شذرات

مرحوم ڈاکٹر ذاکر حسین شیخ الجامعہ نے پاکستان کی تشکیل سے بھی پہلے جامعہ ملیہ میں بیت الحکمۃ کے قیام کی اپیل کرتے ہوئے فرمایا کہ " ہمارے فکر مرکزی نے جو تمدن پیدا کیا تھا جو ادارے قائم کیے تھے وہ اسی جمود کے عالم میں ہیں۔ حکومت، معیشت، قانون، علوم و فنون جو ہم نے پیدا کیئے تھے وہ حوادث زمانہ سے افکار بنیادی کی مرکزی حرارت سرد پڑ جانے سے سب کے سب مٹ گئے اور مٹ رہے ہیں اور ایسا کیوں ہوا؟ بقول مرحوم ڈاکٹر صاحب کے " قومی زندگی کا مرکز اس کے بنیادی افکار ہوتے ہیں، اس کے عقیدے اس کا نظام اقدار اس کے معیار کردار اس کی معیاری زندگی کے نمونے اور اس کی اجتماعی زندگی کے ولولے ان کے لئے قوم کی انفرادی اور اجتماعی زندگی وقف ہوتی ہے تو قومی زندگی کا نشو ونما ہوتا رہتا ہے جب اس مرکز پر زندہ اور زندگی بخش افکار باقی نہیں رہتے محض عادتیں اور لفظ بن جاتے ہیں تو حیات قومی پر جمود طاری ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ زندہ اور زندگی بخش افکار سے ہم کیوں محروم ہوئے؟ اس لئے کہ ہم نے اپنی قوم کے عقلی اور وجدانی سرمایہ علم سے قطع تعلق کر لیا اگر ہم اپنے عقلی اور وجدانی علوم سے واقف ہوتے تو لامحالہ نئے حقائق زندگی کی کرید بھی ہم کر سکتے اور اپنی علمی و فکری کوتاہیوں کو بھی جان لیتے اور اس طرح جمود ہمیں لاشۂ بے جان نہ بنا دیتا!

جس طرح جامعہ ملیہ میں شاہ ولی اللہ صاحب کی حکمت اور فلسفہ کی تعلیم اور تحقیق کے لئے بیت الحکمۃ کا علمی ادارہ قائم ہوا اسی طرح سندھ میں بھی مظہر العلوم کھڈہ کراچی پیر جھنڈہ، شہداد کوٹ، پیر بخش بھٹو اور دوسرے مقامات پر بیت الحکمت کی شاخیں قائم ہوئیں۔ قیام

پاکستان کے بعد حالات کی اچانک تبدیلی اور وطن کی آزادی سے ایسے نئے مسائل پیدا ہو گئے کہ یہ ادارے کمزور پڑ گئے۔ البتہ ۱۹۶۳ء میں محکمہ اوقاف کی اعانت سے شاہ صاحب کی حکمت کی اشاعت کے لئے حیدرآباد سندھ میں ایک علمی ادارہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی کا قیام عمل میں آیا اور اس کے مصارف کے لئے بھی سندھ کے ایک مخیر بزرگ سید عبدالرحیم شاہ سجادلی نے جو اپنی کافی زرخیز زمین وقف (صرف اسی مدد کے لئے وقف) فرمائی تھی۔ اس علمی ادارہ نے حتی الوسع شاہ صاحب کی حکمت اور فلسفہ کی اشاعت میں بڑی خدمت ادا کی ہے اس نے حکمت کی بنیادی کتابیں تحقیق اور تقدمہ سے چھپوائی ہیں اور مقامی علماء کے لئے اس فلسفہ کی تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ یہ کتابیں اکثر یورپ، انڈونیشیا، ملائشیا اور دوسرے ملکوں میں خریدی جاتی ہیں، باہر کے کئی مستشرقین اور علماء نے یہاں آکر اس علمی ادارہ سے استفادہ کیا ہے۔ اسی طرح ہمارے لاہور کے کچھ احباب نے بھی اس حکمت کی اشاعت میں اہم خدمت انجام دی ہے، گوجرانوالہ پنجاب کے دو بزرگ بھائی بھی اس سلسلہ میں اچھی علمی خدمت کر رہے ہیں۔

ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قومی جمعیت کے ٹوٹنے کے بعد ہم جدید اور قدیم کی جن دوراہوں پر پڑ گئے تھے اتنا عرصہ گذرنے کے بعد بھی ان دو گروہوں میں کوئی مصالحت نہ ہو سکی اور دونوں مل کر قوم کی نئی وحدت تشکیل نہیں دے سکے بلکہ روز بروز یہ خلیج اور اجنبیت بڑھتی رہی، اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہم روز بروز ترقی کے بجائے زوال اور تنزل کی طرف جا رہے ہیں کیونکہ یہ کام جدید اور قدیم کے اشتراک سے ہی ممکن ہے۔

آج کے زمانہ میں مسلمانوں کے پرانے علمی طبقوں اور جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں میں جو خلیج حائل ہے اس کو اس طرح دور کیا جا سکتا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی حکمت کی طرف دونوں گروہ رجوع کریں اور وہ اس کے ذریعہ قوم کی ذہنی میراث سے واقف ہوں پھر مل کر آگے بڑھیں اور اس طرح وہ اپنے آپ کو لادینی انقلاب سے بچا سکتے ہیں۔

گذشتہ ماہ جولائی ۱۹۷۹ء میں شمالی سندھ کے ایک جید اور نامور عالم مولانا شاہ محمد صاحب کا انتقال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا شاہ محمد صاحب بٹھی تحصیل میرو خان